# اردو افسانے کا ارتقا

***Teaching Lecture***

**Subject : Urdu**

Class : B.A. (Hons.) I

Topic : Urdu Afsane ka Irteqa

**Author : Dr. Fatahullah Quadri**

Lecture Series No. : 18

قصہ سننا اور قصہ کہنا انسانوں کا قدیم ترین مشغلہ رہا ہے، افسانے کے تحریری شکل میں آنے سے بہت پہلے قصہ کہانیوں کا وجود تھا، صدیوں سے بے شمار کہانیاں انسانی معاشرے میں نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی چلی آ رہی ہیں، جس وقت انسان نے لکھنے کا علم سیکھا بھی نہیں تھا، یہی وجہ ہے کہ دنیا کے تمام ملکوں میں قدیم زمانے سے ہی قصہ کہانیاں ملتی ہیں، مثلاً ہندوتان میں عوامی قصے، عرب کے صحرائی قصے، ایران، مصر و روم و یونان کے صنم یاتی داستانوں کا سلسلہ تاریخ کی قدامت کے دھندلکوں میں گم ہے۔
تحریری شکل میں دنیا کے تقریباً تمام ملکوں میں قدیم زمانے سے ہی قصے کہانیوں کا وجود رہا ہے۔ قصے کہانیوں کا تعلق مذہب سے بھی بہت گہرا رہا ہے اور مختلف مذاہب نے قصے کہانیوں میں نئی معنویت پیدا کی کوشش کی ہے۔ مذہبی حکایات اور دیو مالا ئی کردار سے قصے بھرے پڑے ہیں۔ ان قصوں میں مذہبی رسومات وتصورات کی جھلکیاں بھی ملتی ہیں۔ مذہبی خیالات کی تبلیغ و اشاعت میں بھی کہانیوں نے اہم رول ادا کیا ہے۔
چونکہ فنی اعتبار سے افسانہ نسبتاً جدید صنف ہے، اسلئے انیسویں صدی کے نصف تک اس کی تعریف اور اسکی فنی نوعیت کے غور و فکر کی طرف بہت کم توجہ دی گئی۔ سب سے پہلے امریکہ میں تقریباً ۱۸۵۱ء میں مختصر افسانہ کی تعریف اور فنی نوعیت کے بارے میں سنجیدہ کوشش شروع ہوئی ہاتھورن نے امریکہ میں، گوگول اور چیخوف نے روس میں فلابیر اور موپاسان نے فرانس میں مختصر افسانہ کی فنی حیثیت کے متعلق سنجیدہ غور و فکر سے کام لیا۔ ان تمام فنکاروں کے زیر اثر مختصر افسانہ ایک صنف کی حیثیت سے قبول کیا جانے لگا اور اس کی حد بندیاں کی جانے لگیں، لیکن اس کے بعد مختصر افسانہ کی تعریف، تعبیر اور تشریح اس کثرت اور اتنے مختلف انداز نظر سے کی گئی کہ کثرت تعبیر سے یہ خواب ہی پریشاں ہوگیا، اس کثرت کے باوجود ایسی تعریف نایاب ہے، جو افسانہ کے فن کا مکمل احاطہ کر سکے، مثلاً موسلے (Mosely) نے افسانے کی تعریف اس طرح کی ہے:

”افسانہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ باآواز بلند پڑھا جائے تو پندرہ سے بیس منٹ کے اندر ختم ہو جائے۔“

اس قسم کی جتنی بھی افسانے کی تعریف ملتی ہے، ان کا سب سے بڑا نقص یہی ہے کہ ان کے اختصار کے سوا افسانے کے کسی

واضح تکنیک کا علم نہیں ہوتا ہے اور جہاں تک اختصار کا تعلق ہے، افسانہ سے پہلے ایسی بے شمار مختصر داستانیں ہیں، جنہیں آدھ گھنٹے سے دو دو گھنٹے تک میں پڑھ سکتے ہیں، اس سے اس قسم کی تعریف کے مطابق ہمیں انہیں بھی افسانہ کہنا ہوگا، حالاں کہ ان دونوں کی فنی تعمیر و تربیت میں فرق ہے، اس کے علاوہ اختصار افسانہ کے لیے کوئی ناگزیر شرط نہیں ہے، ایسے بے شمار افسانہ ملتے ہیں جو کافی طویل ہیں، پھر بھی فن افسانہ نگاری میں شاہکار تصور کئے جاتے ہیں، موپاسان کا ایک افسانہ ایک سے سے زیادہ صفحات پر پھیلا ہوا ہے، پھر بھی یہ ایک جامع اور مکمل افسانہ ہے۔

تکنیک کا تصور تجربہ اور فنکار کی شخصیت سے قطع نظر ناممکن ہے، تجربہ کی نوعیت اور فنکار کی شخصیت پر تکنیک کا انحصار ہے، یہ کوئی مستقل آہنی سانچہ نہیں ہے، جس میں تجربات کو انڈمل دیا جائے، جس طرح کا تجربہ ہوتا ہے، اسی طرح تکنیک بھی اپنائی جاتی ہے، یہ ایک گیلی مٹی سے جو فنکار کے ہاتھوں میں مختلف صورتیں اختیار کر لیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ افسانہ کی تعریف اور تکنیک کے متعلق اختلافات ملتے ہیں، راجندر سنگھ بیدی نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ کہانی کا کوئی کلیہ نہیں ہے، وہ ہر صاحب فن کا اجارہ ہے، اصل چیز حاصل عمل ہے۔

دراصل تکنیکی معیار ایک نہیں ہوتا، ہر فنکار اپنے نقطۂ نظر اور موضوع کے تقاضے کے میں اپنا معیار آپ مقرر کرتا ہے، اس کا نقطۂ نظر اور موضوع اس کی تکنیک کو منظم اور متوازن کرتے ہیں، اس لیے افسانے میں فن اور وقتی مماثلت کی بات مناسب نہیں ہے، چیخوف، موپاسان اور جیمس کے افسانوں کی تکنیک ایک دوسرے سے قطعی مختلف ہے، اختر اورینوی، کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی، منٹو، قدرت اللہ شہاب، ممتاز مفتی، قرۃ العین حیدر اور شوکت صدیقی وغیرہ کے افسانوں میں تکنیکی مماثلت مشکل ہی سے ملے گی، اختر اورینوی ''کیچلیاں'' اور ''بال جبرئیل'' میں ایمائی و تاثراتی انداز اختیار کر کے واقعہ میں مناسب آہنگ پیدا کرتے ہیں، حسن عسکری ''حرام جادی'' میں تھکے ہوئے دماغ کی مکمل تصویر کھینچتے ہیں تو تکنیک مختلف ہو جاتی ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁